اقبال کا مردِ مومن

بیاد: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمتہ

شیخ حبیب الرحمن بٹالوی

۲۰؍اگست ۱۹۸۲ جمعہ کی رات براعظم ایشیاء کے عظیم خطیب سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں دار بنی ہاشم میں ایک محفل مشاعرہ منعقد ہوئی۔ اسلم انصاری مہمان خصوصی تھے مشاعرے کا آغاز سید عطا المحسن بخاری رحمتہ اللہ نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ اس کی رپورٹ ''ایک یادگار مشاعرہ'' کے نام سے روز نامہ ''امروز'' میں شائع ہوئی۔ اس کے فوراً بعد قربانی کی عید تھی۔ میرا مدرسہ معمورہ جانے کا اتفاق ہوا۔ سید عطاء المحسنؒ باہر کھلی جگہ پر چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ سلام عرض کیا، پوچھا کہاں سے آئے ہیں؟ کیا نام ہے؟ میں نے بتایا کہنے لگے ''امروز'' میں چھپنے والی رپورٹ آپ ہی کی تھی؟ میں نے کہا جی ہاں۔ میں نے بتایا کہ میری جنم بھومی بٹالہ ضلع گورداسپور ہے۔ والد صاحب اس وقت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی تقریر سننے گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر جب انھیں میری پیدائش کا پتا چلا تو انھوں نے میرا نام مولانا کے نام پر ''حبیب الرحمٰن'' رکھ دیا۔ شاہ جی نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کی اور کہا کہ پھر تو آپ پیدائشی احراری ہیں۔ کبھی کبھار آ جایا کریں۔ فقیر نے دھونی مار رکھی ہے اور

ادھر سے کبھی تم گزر کر تو دیکھو
بڑی رونقیں ہیں فقیروں کے ڈیرے

شاہ جی سے یہ میری پہلی ملاقات تھی اس سے پہلے گوجرانوالہ لاہور، ملتان تقاریر پر جلسوں میں کئی دفعہ ہاتھ ملایا مگر احترام مانع رہا کھل کر کبھی بات نہ ہو سکی کہ اتنی بڑی شخصیت کے سامنے کوئی گستاخی سرزد نہ ہو جائے۔ اس کے بعد میں دار بنی ہاشم ملتان میں جمعہ کے بعد شاہ جی کی نجی محفل میں باقاعدہ حاضری دینے لگا۔ دوسرے دنوں میں بھی آتے جاتے ایک آدھ نماز یہاں ہو جاتی۔ اس دوران شاہ جی کو قادیانی لیڈر مرزا طاہر کے تعاقب میں لندن جانا پڑا۔ وہاں دفاتر قائم کرنے کے بعد شاہ جی کی واپسی پر ان کے اعزاز میں صوفی نذیر احمد صاحب (مالک سٹینڈرڈ بیکری ملتان) کی صدارت میں مجلس احرار اسلام کی طرف سے ایک استقبالیہ دیا گیا۔ شاہ جی نے تقریر کے دوران فرمایا کہ ہمیں ایک تربیت یافتہ ٹیچر چاہیے جو دینی طلباء کو انگریزی پڑھا سکے۔ مدارس میں انگریزی زبان کی تعلیم کو بڑی شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے۔ دوسرے دن میں نے شاہ جی سے بات کی کہ جب تک آپ کو کوئی تربیت یافتہ ٹیچر نہیں ملتا یہ ہیچ مداں طلباء کی خدمت کے لیے حاضر ہے۔ شاہ جی نے فرمایا اس مقصد کے لیے میں لندن سے ایک انگلش بک لایا ہوں جو وہاں کی مسلم کمیونٹی نے وہاں کی معاشرتی برائیوں سے ڈرتے ہوئے اپنے بچوں کے لیے تدوین کی ہے۔ وہی آپ نے پڑھانی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے اس کتاب کے چند الفاظ یہاں

نقل کیے جاتے ہیں جس سے شاہ جی کی بالغ نظری کا پتا چلتا ہے:

A: ALLAH اللہ　M: MUHAMMAD محمد　B: BISMILLAH بسم اللہ　H: HAJ حج

U: UMRA عمرہ　Z: ZAKAT زکوٰۃ　I : ISLAM اسلام　J: JIHAD جہاد

O : OMAR عمر　Q: QURAN قرآن

مجھے فخر ہے کہ اس طرح شاہ جی کی وساطت سے دو سال تک مجھے دینی طلباء کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ یہ دو سال میری زندگی کا سرمایہ ہیں جن میں جزوی طور پر مجھے ان افراد میں بیٹھنے کا موقع ملا۔ جن کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''بہترین انسان وہ ہیں جو قرآن پاک سیکھتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں''

"The best persons are those who learn Quran and teach others"

ایک مرتبہ شاہ جی نے کوشش کی کہ مدرسہ کی طرف سے میرا کچھ ماہانہ مشاہرہ مقرر کر دیا جائے۔ میں نے کہا شاہ جی! میں تو محض اللہ کی رضا کے لیے یہاں آتا ہوں کہ آپ گواہی دے سکیں کہ یہ آدمی کچھ عرصہ دینی طلباء کی بے لوث خدمت کرتا رہا ہے۔

ایک دن میں نے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''شاہ جی! ایک آدمی دوسرے آدمی سے وعدہ کرتا ہے کہ میں تمہارا یہ کام کر دوں گا مگر وہ کام نہیں کرتا۔ دوسری دفعہ وعدہ کرنے پر بھی نہیں کرتا، تیسری مرتبہ اس آدمی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ میں روزانہ رات کو وضو کر کے عشاء کی نماز میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہوں، دعائے قنوت پڑھتا ہوں کہ '' میں چھوڑتا ہوں، علیحدہ ہوتا ہوں، اس شخص سے جو تیری نافرمانی کرے اور صبح اٹھ کر روزانہ میرا اٹھنا بیٹھنا اِنھی لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ میری چھوٹ کہاں تک ممکن ہوگی؟'' فرمایا آپ اچھے طریقے سے دوسروں کو کہہ دیتے ہیں۔ بس کافی ہے۔ ہر ایک نے اپنی قبر میں جانا ہے سمجھا دینا فرض ہے۔ آپ نے دوسروں کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کہہ دیا تھا ''آپ کا کام صرف پہنچا دینا ہے، ہدایت دینا میرا کام ہے۔''

گلشن حیات میں کانٹے اور پھول اکٹھے لگے ہوئے ہیں، کانٹوں سے بچ بچا کر زندگی گزارنے کی کوشش کرو۔ استغفار کو اپنا شعار بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت آسانیاں پیدا کرنے کی دعا کرتے رہو۔ باقی یاد رکھو کہ

وہ پیڑ جن پہ پرندوں کے گھر نہیں ہوتے
دراز جتنے بھی ہوں معتبر نہیں ہوتے

ایک مرتبہ فرمانے لگے عید الاضحیٰ پر طلبا کو آٹھ دن کی چھٹیاں دی جاتی ہیں کہ جا کر ماں باپ سے مل آئیں۔ عید کے تیسرے دن ایک باپ اپنے بیٹے کو لے کر آ گیا۔ رو کر کہنے لگا شاہ جی چھٹیوں میں بھی اسے گھر نہ بھیجا کریں، غربت اتنی ہے کہ ہمارے پاس دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ شاہ جی بڑے دکھ سے بیان کر رہے تھے کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے گھٹیا سے گھٹیا چیز اور سوسائٹی کا رد کیا ہوا بچہ پیش کرتے ہیں۔

محاورہ مشہور ہے کہ روٹی جل جائے تو مسجد میں بھیج دو، کوئی چیز بچ جائے مدرسے میں دے دو۔ مگر یہ توفیق نہیں کہ اس

کے دیئے ہوئے میں سے اس کے نام پر اچھی چیز نکال کر پہلے سے علیحدہ کر لی جائے۔ جو بچہ سکول میں نہ چلے کند ذہن ہو اسے قرآن مجید حفظ کرنے کے لیے مدرسے میں بھیج دیا جاتا ہے۔ یہ حوصلہ نہیں کہ کوئی ذہین بچہ اللہ کے لیے وقف کر دیا جائے۔ کہنے لگے یہ جتنے طالب علم ہیں ان میں کوئی بھی اونچے خاندان کا بچہ نہیں ہے پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری سنتا نہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم اس کے دیئے ہوئے میں سے اس کو کیا لوٹا رہے ہیں یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ وہ پھر بھی ہمارے ساتھ اچھا سلوک روا رکھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور توفیق سے مولوی انہی کند ذہن بچوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیتا ہے اور انھیں معاشرے میں باعزت مقام پر فائز کرتا ہے۔

ایک دن کہنے لگے لوگ کہتے ہیں اس معاشرے کو درست کرنا بڑا مشکل ہے۔ واقعی ظاہری طور پر کوئی امید نظر نہیں آتی تو کیا ہم یہ چیخنا چلانا بند کر دیں۔ نہیں بات پہنچا دینا ہمارا فرض ہے۔ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ جب تک یہ زبان چلتی ہے اس کے راستے میں استعمال کرتے رہیں گے کہ

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

ایک دن ایک نوجوان جو بغیر داڑھی کے تھا شاہ جی کے پاس آیا کہنے لگا! شاہ جی میرا حج کا ارادہ ہے دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب کرے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شکل بھی بنالو تاکہ وہاں حاضری قبول ہو جائے کہ:

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، جان، مال، اولاد سے پیارا

فلم، ٹی وی، تھیٹر کے مشہور آرٹسٹ عابد بٹ، ''اندھیرے سے اجالے'' کی طرف آنے کے بعد دار بنی ہاشم میں تشریف لائے، جمعہ میں تقریر کی۔ چائے کے بعد جب جانے لگے تو شاہ جی جن کی ٹانگوں میں اس وقت ورم تھا اٹھنے لگے۔ عابد بٹ نے کہا شاہ جی میں تو انتہائی گناہ گار انسان ہوں آپ تشریف رکھیں آپ کی بڑی مہربانی۔ شاہ جی نے ان کی داڑھی کو ہاتھ لگا کر کہا'' اللہ کی قسم! میں عابد بٹ کے لیے کھڑا نہیں ہو رہا میں تو بس اس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں کھڑا ہو رہا ہوں۔

ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد شاہ جی دعا سے فارغ ہو چکے تو ایک آدمی نے کہا شاہ جی! میرا والد سخت بیمار ہے۔ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ انھیں صحت عطا فرمائے۔ شاہ جی نے کہا اللہ کے بندے! دعا تو میں ضرور کرتا ہوں لیکن ایک بات سمجھ لو والد تیرا بیمار ہے میں بھلا اس کے لیے کتنے خلوص سے دعا کروں گا، صرف رسمی طور پر ہاتھ اٹھا لوں گا۔ بھوک تجھے لگی ہوئی ہے روٹی میں کھا لوں تیری بھوک مٹ جائے گی؟ تو خود آدھی رات کو اٹھ اللہ کے آگے گڑگڑا، دعا مانگ اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔

شاہ جی کا معمول تھا کہ رمضان میں ایک دو روزے افطاری کی عام دعوت کرتے جتنا آتا اتنا ہی خرچ کرنے کی ان کی عادت تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کا تو سینکڑوں بار حکم دیا مگر جمع کرنے کے لیے ایک مرتبہ بھی نہیں فرمایا۔

لفظ اسلام سے یاروں کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقرِ غیور

افطار کے وقت میں شاہ جی کے پاس بیٹھا تھا۔ کھانے پینے کی اشیاء سے دستر خوان بھرا ہوا تھا۔ جس میں پھلوں کے علاوہ سموسے بھی تھے۔ کچھ لوگ ابھی لذت کام ودہن سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور کچھ لوگ افطاری سے فارغ ہو چکے تھے۔ فارغ ہونے والوں میں شاہ جی کے ساتھ میں بھی شامل تھا۔ میں نے دیکھا کہ ٹرے میں سموسے کا ایک ٹکڑا پڑا ہے۔ جونہی میں نے وہ ٹکڑا اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ عین اسی وقت شاہ جی نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا مگر میں وہ ٹکڑا اٹھا چکا تھا شاہ جی نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ایک ساتھی نے کہا شاہ جی! یہ جو بہت سارے سموسے ابھی پڑے ہیں ان میں سے آپ اور لے لیں۔ شاہ جی نے فرمایا ''وہ بات ہی اور تھی یہ نمبر لے گیا۔''

میری بیٹی کے نکاح پر شاہ جی تشریف لائے۔ آپ فالج کے عارضہ کے بعد نشتر ہسپتال سے واپس آئے تھے، انتہائی ضعف کا عالم تھا۔ اس کے باوجود غریب خانے کو رونق بخشی۔ چند منٹ بیان بھی فرمایا۔ جاتے ہوئے مجھے تنہائی میں بلایا اور سو روپے زبردستی میری جیب میں ڈال دیئے کہ یہ میری طرف سے بچی کو دے دینا۔

مدرسے میں عصر سے مغرب تک کھیل کود کے لیے رخصت ہوتی۔ بچے گیند بلا اور والی بال وغیرہ کھیلتے۔ شاہ جی چارپائی پر بیٹھے ان کی خوشی میں باقاعدہ شریک ہوتے۔ اچھے کھیل کی تعریف کرتے پھر کھیل سے فارغ ہو کر بچے ایک ایک کر کے شاہ جی کے پاس آنا شروع ہو جاتے۔ پیچھے سے آ کر دائیں طرف ایک بچہ ادب سے کھڑا ہو جاتا۔ شاہ جی ہر بچے کی زبان میں پیار سے پوچھتے کیا بات ہے؟ پیسے لینے ہیں؟ کیا کھاؤ گے؟ پھر ہر ایک کو اس کی عمر کے مطابق کسی کو ایک اور کسی کو دو روپے دیتے چلے جاتے۔ بچوں کی خوشی دیدنی ہوتی اور ان طلباء کے دمکتے ہوئے چہرے دیکھ کر شاہ جی کی مسرت میں بھی بے پایاں اضافہ ہوتا چلا جاتا۔ جیسے ایک باپ اپنی اولاد کو خوش دیکھ کر ایک طمانیت محسوس کرتا ہے جیسے ایک مالی کے دل میں اپنے ہاتھ کے لگے ہوئے بیل بوٹوں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

شاہ جی کی اپنی اولاد کوئی نہیں تھی۔ اپنے بھانجوں کفیل اور ذوالکفل سے انھیں بے حد پیار تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے بھی اپنے آپ کو شاہ جی کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ ایک دفعہ کفیل بخاری لاہور گئے ہوئے تھے۔ انھیں زیادہ دیر لگ گئی۔ شاہ جی اداسی کی کیفیت میں کہنے لگے ''کئی دن گزر گئے ہیں، میرا دولہا نہیں آیا'' ایک ساتھی نے پوچھا: ''شاہ جی کون؟'' شاہ جی نے کہا کفیل لاہور گیا تھا، کئی دن ہو گئے ہیں آیا نہیں۔ خیر ہو! ساتھی نے کہا۔ شاہ جی کوئی بات نہیں کام پڑ گیا ہوگا۔ آ جائے گا۔ شاہ جی آبدیدہ ہو کر کہنے لگے۔ تجھے کیا پتا' جس کا بچہ نہ ہو۔ اولاد کی سار (قدر) اسے ہوتی ہے۔

شاہ جی کے ایک پرانے ساتھی یوسف باوا بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے شاہ جی سے کہا ''شاہ جی! ہم آپ کے پاس اس لیے آتے ہیں کہ آپ دولت سے پیار نہیں کرتے جس دن آپ کے پاس دولت آ گئی ہم آپ کو چھوڑ جائیں گے کہ:

طویل عمر گزاری تو پھر یہ راز کھلا
کہ باضمیر کبھی اہل زر نہیں ہوتے

شاہ جی مذاق میں کہنے لگے باوے! تم مجھے ہمیشہ کے لیے غریب رہنے کی دعا دے رہے ہو؟

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقر و درویشی کو پسند فرمایا ہے اور

دل کی آزادی شہنشاہی ، شکم سامان موت

فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے ، دل یا شکم

شاہ جی کے طفیل ہی مجھے ملک کے جید علما، شعرا، ادبا اور سکالرز کو سننے اور ان سے ملنے کا موقع ملا۔ جن میں علامہ خالد محمود، مشفق خواجہؒ، ڈاکٹر اسرار احمد، مولانا خان محمد، قاضی حسین احمد، مولانا اخلاق حسین قاسمی (دہلی)، مولانا محمد سعید الرحمٰن علویؒ سید نفیس الحسینی، ڈاکٹر عاصی کرنالی، ڈاکٹر اسلم انصاری، حافظ لدھیانویؒ، عباس نجمی، ایم ایم عالم، جانباز مرزاؒ، خالد مسعود، خادم کیتھلیؒ، تاثیر وجدان، جاوید اختر بھٹی قابل ذکر ہیں۔

شاہ جی کی شخصیت میں ایک کشش تھی۔ وہ انتہائی بلند اخلاق کے مالک تھے۔ ان سے ملنے والا ہر ایک یہی سمجھتا کہ شاہ جی اُسی کے زیادہ قریب ہیں۔ ان کی وسعت قلبی کے دائرے میں جو بھی آیا جھومتا چلا گیا۔ بچے سے لے کر بڑے تک ہر ایک کے ساتھ ہر ایک کے مزاج، ہر ایک کی بولی میں گفتگو کرنا ان کا خاصہ تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی دوسروں کی حوصلہ افزائی کرنا' ان کی سرشت میں شامل تھا۔ وہ غم گساری اور ہمدردی کا مرقع تھے۔ وہ ایک عظیم انسان تھے میرے بس میں ہوتا تو میں اپنی زندگی بھی شاہ جی کو دے دیتا کہ وہ میرے جیسے کمترین آدمی کی بات بھی بڑی توجہ سے سنتے یہی وجہ تھی کہ میں بعض اوقات زندگی کے غم و آلام کا ستایا ہوا جب زیادہ پریشان ہوتا تو ان کے دامن عافیت میں پناہ لیتا۔ وہ میری بپتا سنتے دل جوئی کرتے خلوص و محبت کے بھرپور انداز میں میرے ٹوٹے ہوئے دل کی مرہم پٹی کرتے۔ دراصل وہ خود ایک شکستہ دل کے مالک تھے درویشی و بے نیازی میں ساری زندگی گزاری۔ عوارض کی پوٹ بن چکے تھے، اولاد کوئی نہیں تھی بیوی پہلے اللہ کو پیاری ہو چکی تھی۔ وہ اپنے دل کے آئینے کو بچا بچا کر رکھنے کے قائل ہی نہیں تھے۔ شاید وہ علامہ اقبالؒ کے اس راز کو پا گئے تھے:

کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

۲۱/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو میرے بہنوئی گوجرانوالہ میں وفات پا گئے۔ پانچ دن بعد جب میں واپس آیا تو پتا چلا کہ شاہ جی نشتر ہسپتال میں ہیں۔ تقریباً روزانہ حاضر ہوتا۔ جب بھی ان کی طبیعت سنبھلی، انھیں شاداں و فرحاں پایا کبھی وہ مرد درویش کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لایا۔ وفات سے چار روز قبل قاری نور الحق ایڈووکیٹ اور جاوید اختر بھٹی (ایڈیٹر انشعاب) ان کے پاس بیٹھے تھے' میں بھی موجود تھا۔ شاہ جی نے قاری صاحب سے اتنا کہا ''بات کرنی تو نہیں چاہیے دعا کریں زندگی ہے تو اللہ تعالیٰ صحت دے دے۔ ورنہ یہ مشکل اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہے۔ بھٹی صاحب سے یہ جملہ برداشت نہ ہو سکا، اٹھ کر باہر چلے گئے:

ملک الموت کو یہ ضد تھی کہ جاں لے کے ٹلے

سر بسجدہ تھا مسیحا کہ میری بات رہے

پھر وہ اقبال کا مرد مومن چار دن موت سے لڑتا ہوا' ۱۲/نومبر جمعہ کے روز ۱۱ بج کر ۴۰ منٹ پر سفر آخرت کو سدھار گیا۔ شاہ جی

کے خدمت گزار طلباء (محمد اکمل، حافظ شفیق، ضیاء اللہ، اختر، امتیاز) بیان کرتے ہیں کہ مرنے سے پہلے کمرے میں موجود سب کو بلا کر ہاتھ ملایا اور کہا گواہ رہنا۔ میں کلمہ پڑھ کر جا رہا ہوں۔ پھر کلمہ پڑھا۔ ضیاء اللہ کہتا ہے چند ثانیے پہلے پانی مانگا۔ دو تین چمچ آب زمزم پیا پھر اشارے سے ہاتھ پرے کر دیا کہ بس اب کام تمام ہو چکا ہے۔ گلے کی طرف اشارہ کر کے کہا یہاں تک روح قبض ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اللہ اللہ کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ایک بے باک اور طاقتور آواز جو چالیس سال تک مسلسل شرک و بدعت، کفر و ارتداد اور دجل و فریب کے ایوانوں کو لرزاتی رہی، خاموش ہو چکی تھی۔ ہفتے کی صبح سوا آٹھ بجے آنسوؤں اور سسکیوں میں ان کا جنازہ دار بنی ہاشم سے اٹھایا گیا۔ پیر و جواں سب رو رہے تھے، ننھے صبیح سے لے کر پروفیسر عباس نجمی تک ہر آنکھ اشک بار تھی اور میرے شاہ جی سب سے بے نیاز سب سے بے پروا اپنے ساتھیوں کے کاندھوں پر سوار ایم ڈی اے روڈ سے ہوتے ہوئے جلال باقری قبرستان کی طرف رواں دواں تھے۔ جنازے میں لوگوں کا ایک سمندر موجیں مار رہا تھا۔

شاہ جی ۶۳ سال کی صبر آزما اور کٹھن زندگی کے تھکے ہارے آخر اپنے عظیم ماں باپ کے قدموں میں آسودہ خاک ہوئے۔ لوگ چار دیواری کے اوپر، اندر اور باہر دیوانوں کی طرح کھڑے تھے کہ جیسے شاہ جی کا انتظار کر رہے ہوں۔ جیسے شاہ جی ابھی کہیں سے نمودار ہو کر تقریر کا آغاز کرنے والے ہوں مگر وہ تو بہت دور بہت دور جا چکے تھے۔ جہاں جا کر پھر کوئی واپس نہیں آیا۔ شاید ناراض ہو گئے تھے۔ شاید روٹھ گئے تھے اور:

جاتے ہوئے چہرے تو دیکھے ان غم دیدہ آنکھوں نے
آج تلک پیغام نہ آیا روٹھ کے جانے والوں کا

☆☆☆

مسافرانِ آخرت

☆ مجلس احرار اسلام سلانوالی کے کارکن حافظ شفیق الرحمٰن کی والدہ ماجدہ ۱۸؍رمضان کو انتقال فرما گئیں۔

☆ جناب اللہ دتہ ناصر راجپوت (وان رسے والے، نشاط روڈ بیرون حرم گیٹ ملتان) ۱۷؍اکتوبر ۲۰۰۷ء کو انتقال کر گئے۔

☆ فیصل آباد میں ہمارے مہربان جناب محمود احمد کی والدہ ۲۲؍اکتوبر ۲۰۰۷ء کو انتقال کر گئیں۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

دعائے صحت

☆ والدہ صاحبہ حافظ شفیق الرحمٰن (رفیق سفر حضرت پیر جی مدظلہ ☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن جناب حافظ محمد فاروق سخت علیل ہیں۔ قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)